© rasailojaraid.com

فقہ واجتہاد

حافظ حسن مدنی

سزاے موت ؛ شریعتِ اسلامیہ کی نظر

اس سے پہلے ادارتی صفحات میں سزاے موت کے خاتمے کے پس پردہ محرکات، عالمی اور سیاسی صورتحال کے علاوہ قانونی جائزہ بھی پیش کیا جا چکا ہے۔ اس مضمون میں اس سزاے موت کے خاتمے کا جائزہ قرآن وسنت کی روشنی میں لیا جائے گا۔

① اسلام رہتی انسانیت تک اللہ کا پسند فرمودہ وہ دین ہے جسے اللہ نے تمام انسانوں کے لئے جامع وکامل بنا کر اپنے نبی محمد ﷺ پر نازل فرمایا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت کا مفہوم یہ ہے کہ آپ کی نبوت تا قیامت برقرار ہے اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اسلام کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے اور شریعتِ محمدیہ کے تا قیامت برقرار رہنے سے یہ لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر دور میں ہونے والی ہر قسم کی ایجاد وترقی سے بخوبی واقف ہونے کی بنا پر پہلے سے ہی شریعت کے ایسے دائمی احکامات نازل فرما چکے ہیں جن میں حالات اور زمان ومکان کی رورعایت رکھی گئی ہے۔ اس بنیادی تصور کو ذہن نشین کر لینے سے یہ امر واضح ہوجاتا ہے کہ آج کے دور میں بسنے والے انسان لاکھ مہذب ومتمدن ہونے کا دعویٰ کریں، اسلام نے جو سزائیں مختلف جرائم کے لئے رکھ چھوڑی ہیں، ربِّ کریم کا منشا اور ختم نبوت کا تقاضا یہی ہے کہ آج ان سزاؤں میں کوئی ردّ وبدل کرنے کی بجائے ان کو بعینہٖ تسلیم کر کے جاری وساری کیا جائے۔ مسلمانی کا تقاضا یہی ہے اور مختلف قرآنی آیات کا مفہوم ہمیں اسی بات کی نشاندہی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر لازم ٹھہرایا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے فیصلوں کے مطابق ہی اپنی زندگیاں گزاریں، اس سلسلے میں اُنہیں اپنی من مانی یا خودساختہ ترامیم کا کوئی اختیار نہیں، اس سلسلے میں قرآنِ کریم کی دو واضح آیات ہیں:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

فِيٓ اَنۡفُسِهِمۡ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيۡتَ وَيُسَلِّمُوۡا تَسۡلِيۡمًا﴾ (النساء:٦٥)

''اے نبیؐ! تیرے ربّ کی قسم، یہ لوگ کبھی بھی ایمان والے نہیں بن سکتے حتیٰ کہ آپ کے فیصلوں کو دل وجان سے تسلیم نہ کرلیں، پھران کے دلوں میں اس پر کوئی خلش باقی نہ رہ جائے جو آپ نے فیصلہ فرما دیا ہے۔اور یہ اس کو صمیم قلب سے تسلیم کریں۔''

ایسے ہی قرآن کریم کی ایک اور آیت ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤۡمِنٍ وَّلَا مُؤۡمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗۤ اَمۡرًا اَنۡ يَّكُوۡنَ لَهُمُ الۡخِيَرَةُ مِنۡ اَمۡرِهِمۡ وَمَنۡ يَّعۡصِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيۡنًا﴾

''کسی مؤمن مرد یا عورت کو یہ لائق نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول اس کے لئے کسی بات کا فیصلہ فرما دیں تو پھر اپنے معاملوں میں وہ اپنی مرضی استعمال کریں۔اور جو شخص اللہ اور اسکے رسول کا نافرمان ہے تو ایسا شخص بلاشبہ واضح گمراہی کا شکار ہے۔'' (الاحزاب:٣٦)

مندرجہ بالا آیات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ کسی مسلمان کے لئے شرعی طور پر یہ جائز نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کا واضح فیصلہ مل جانے کے بعد اپنی من مانی کرتا پھرے،قرآنِ کریم کی مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے قسم اُٹھا کر کہا ہے کہ ایسا شخص کبھی مسلمان نہیں ہوسکتا۔

④ یہاں اس امر کا اظہار بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شریعت کے دائمی رہنے کے لئے یہ ضروری تھا کہ شریعت ہر دور میں محفوظ وکامل برقرار رہتی تاکہ اس پر عمل بجالانا ممکن رہتا۔اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا امتِ محمدیہ پر یہ احسانِ عظیم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن وسنت (شریعت) کی حفاظت کی ذمہ داری انسانوں پر ڈالنے کی بجائے خود اپنے اوپر لی ہے۔اسلام کا یہی اعجاز اس کو دیگر مذاہب سے ممتاز کرتا ہے اور فی زمانہ قرآنِ کریم کی یہی حفاظت ملتِ اسلامیہ کی وہ بنیادی متاع ہے جس کی بنا پر زوال کے بدترین دور میں بھی مسلمان قرآن کی بنا پر دوبارہ اصل دین کی طرف پل بھر میں لوٹ سکتے ہیں۔چونکہ باقی شرائع میں حفاظت کا یہ انتظام موجود نہیں، اس لئے آج ان پر عمل پیرا ہونے کا دعویٰ ایک خواہش سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ سزائے موت کا خاتمہ اور اس نوعیت کے دیگر ایسے بے شمار اقدامات جن کا تقاضا غیر مسلم اقوام مسلمانوں سے کرتی رہتی ہیں، ان کی ایسی مذموم خواہشات کی راہ میں بنیادی رکاوٹ قرآن

© rasailojaraid.com

کریم ہی بنتا رہتا ہے، جس میں صراحت کے ساتھ شریعتِ مطہرہ کے مسلمات، اساسی عقائد اور مقامِ نبوت کے تقاضے بیان کردیے گئے ہیں۔ اس لئے اللہ کی اس عظیم نعمت کا ملت کو ہردم احساس رہنا چاہئے۔ اسی 'نسخہ کیمیا' کی بنا پر ملتِ اسلامیہ کو اس کی اساسات سے ہٹانا ممکن نہیں۔ کوئی مسلمان کوتاہی یا لاعلمی میں کوئی گناہ تو کرسکتا ہے، لیکن جونہی قرآن مجید کی کوئی آیت یا نبی کریمﷺ کا کوئی فرمان، جس کی اطاعت کا تقاضا خود قرآنِ مجید ہم سے کرتا ہے، مسلمان کے سامنے آتا ہے، اس کی جبینِ نیاز جھک جاتی ہے۔

③ علاوہ ازیں یہ بات بھی واضح رہنی چاہئے کہ شرعی اور وضعی (انسانوں کے خودساختہ) قانون کے مزاج میں بنیادی طور پر ہی کافی فرق ہے۔ چنانچہ شارع کریم (اللہ تعالیٰ) کے ہاں ظالم کے حقوق اور شرف وعزت کے تحفظ کی بجائے مظلوم ومقتول سے انصاف کے پہلو کو ملحوظ رکھا گیا ہے تاکہ قتل اور ظلم وستم کا یہ سلسلہ آگے بڑھنے کی بجائے بڑی سختی سے روک دیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآنِ کریم نے قصاص لینے (قاتل کو جواباً قتل کرنے) کو زندگی سے تعبیر کیا ہے۔ (البقرۃ:۱۷۹) اور دیت وصول کرلینے کے بعد کسی کو قتل کرنے کی نبی کریم نے انتہائی سخت الفاظ میں مذمت کی ہے کہ میں اس کو کبھی معاف نہیں کروں گا۔ (السنن الکبریٰ از امام بیہقیؒ: ۵۴/۸)

جبکہ انسانوں کے خودساختہ قانون میں تمام رعایتیں اور حقوق کو مجرم کے لئے مخصوص کرتے ہوئے مظلوم کو نظر انداز کردیا گیا ہے۔ یہاں ہمدردی اور انسانی حقوق کا فائدہ مظلوم کو ملنے کی بجائے ظالم اور مجرم کو ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مجرم کے انسانی حق کے تحفظ کے لئے دنیا بھر میں سزائے موت کے خاتمے کی تحریک چلائی جارہی ہے جب کہ شریعت کی نظر میں جو شخص اپنے شرفِ انسانیت کا خود تحفظ نہ کرے، تو اس آدمی کو ہمدردی اور احترام کا کوئی حق حاصل نہیں، اللہ کے قوانین کی خلاف ورزی کرکے ایسا شخص خود اپنے شرف اور حق کو ضائع کربیٹھتا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے: ﴿وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ﴾ (الحج:۱۸)

"جس کو اللہ رسوا کردے تو اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں ہے۔"

ایسے ہی قرآن کریم نے زنا یا دیگر جرائم کی سزاؤں میں یہ لازمی قرار دیا ہے کہ

﴿وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (النور:۲)

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

''ان کی سزا کے موقع پر مسلمانوں کی ایک جماعت موجود ہونی چاہئے۔''

اس اظہار اور شہرت کے پس پردہ شریعت کا یہ تصور بھی موجود ہے کہ دیگر لوگ بھی ایسی کوتاہی کرنے سے عبرت پکڑیں۔ گویا اسلام چند مجرموں کو سنگین سزا دے کر باقی انسانیت کو جرائم سے تحفظ دینا چاہتا ہے۔ اور اسلامی سزاؤں کی یہ سنگینی سدذریعہ کے طور پر ہے۔

وضعی قانون میں ثبوتِ جرم اور اس کو سزا دلوانے کے سارے عمل میں شک واحتمال کا فائدہ مجرم کو حاصل ہوتا ہے حتیٰ کہ قانونِ وضعی سے وابستہ بعض لوگ تو یہاں تک کہتے ہیں کہ مجرم قانون کا لاڈلا بیٹا ہوتا ہے اور قانون کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ مظلوم کے برعکس ظالم سے کوئی زیادتی نہ ہوجائے، یہی حد سے بڑھی ہوئی احتیاط پسندی ظالم کو مزید ظلم کرنے پر آمادہ کرتی ہے۔

④ اسلام کے پیش نظر سزاؤں کے فلسفے میں یہ بات بھی موجود ہے کہ جس شخص نے دنیا میں سزا کاٹ لی، اس کے لئے آخرت میں کوئی سزا موجود نہیں، جیسا کہ صحیح بخاری کی ایک حدیث میں واضح طور پر یہ آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک مجلس میں صحابہ کرامؓ سے کہا:

''تم مجھ سے بیعت کرو کہ تم شرک نہ کرو گے، چوری نہ کرو گے، زنا اور قتل نہ کرو گے، بہتان طرازی نہ کرو گے، اور جائز بات میں نافرمانی نہ کرو گے۔ جو مسلمان ان اُمور کو بجالایا تو اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے «ومن أصاب من ذلك شيئًا فعُوقب في الدنيا فهو كفارة له ومن أصاب من ذلك شيئًا فَسَتَره الله فأمرُه إلى الله إن شاء عاقبه وإن شاء عفا عنه ، فبايعناه على ذلك» (صحیح بخاری:۷۲۱۳)

''اور جس کسی نے ان باتوں میں سے کسی کا ارتکاب کرلیا اور اسے دنیا میں اس کی سزا دے دی گئی تو یہ سزا اس کے لئے کفارہ بن گئی اور جس شخص نے ان گناہوں کا ارتکاب کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی پردہ پوشی کی تو اس کا انجام اللہ کے ہاں ہے، چاہے تو اس کو روزِ قیامت سزا دے گا اور چاہے تو معاف فرما دے گا۔ چنانچہ ہم نے اس پر نبی کریم ﷺ سے بیعت کی۔''

ایسے ہی احادیث میں متعدد واقعات ذکر ہوئے ہیں جن میں جرم کا ارتکاب کرنے والے صحابہ کرامؓ نے نبی کریم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر اپنے آپ کو پاک کرنے کا مطالبہ کیا اور کہا کہ وہ قیامت کو ملنے والی سزا کی بجائے دنیا میں ہی اس کا بدلہ لے کر عافیت پانا چاہتے ہیں۔ اسلام کے فلسفہ جرم وسزا کا یہ پہلو چونکہ نادر اور دیگر قوانین سے خصوصی امتیاز

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

کا حامل ہے، اس لئے اس کے بعض واقعات یہاں پیش کئے جاتے ہیں:

۱) ایک صحابی ماعزؓ بن مالک سے زنا کا جرم سرزد ہوگیا تو دربارِ رسالت میں حاضر ہوکر اُنہوں نے تین مرتبہ اپنے آپ کو پاک کرنے کی فریاد کی، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: «فيم أُطهِّرك؟» (صحیح مسلم:۱۶۹۵) میں تجھے کس سے پاک کروں؟ تو حضرت ماعزؓ نے زنا کا اعتراف کیا، چنانچہ تصدیق وتاکید کے بعد اُنہیں نبی کریم نے رجم کرنے کا حکم دیا۔

۲) ایسے ہی ایک غامدیہ عورت نے نبی کریم ﷺ سے پاک کرنے کا مطالبہ کیا تھا۔ یہ عورت دو تین سالوں میں کئی بار نبی کریم کے پاس آئی اور آپ سے سزا پانے کی گذارش کی، آخر تمام تقاضے پورے ہوجانے پر نبی کریمؐ نے اسے رجم کرنے کا حکم دیا۔ (صحیح مسلم:۱۶۹۵)

۳) سمرہ بن حبیبؓ نامی ایک صحابی کا واقعہ ہے کہ اس نے ایک اونٹ کی چوری کا اعتراف کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ کے سامنے اپنے آپ کو پاک کرنے اور سزا پانے کے لئے پیش کردیا۔ چوری کی تصدیق ہوجانے کے بعد جب اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا تو راویٔ حدیث ثعلبہ کہتے ہیں کہ وہ زبان سے یوں کہہ رہا تھا: اَلْحَمْدُ للهِ الَّذِي طَهَّرَنِي مِنْكِ أَرَدْتِ أَنْ تُدْخِلِي جَسَدِيَ النَّارَ (ضعیف سنن ابن ماجہ: رقم ۵۶۲)

''تمام تعریفیں اس ذات کے لئے جس نے مجھے (اے ہاتھ) تجھ سے پاک کردیا، تو چاہتا تھا کہ میرے سارے جسم کو آگ میں داخل کردے۔''

۴) نبی کریم کے سامنے ایک چور کو لایا گیا جو چوری کا خود اعتراف کررہا تھا لیکن اس سے مالِ مسروقہ برآمد نہیں ہوسکا تھا۔ آپ ﷺ نے اسے کہا کہ میں تمہیں چور نہیں خیال کرتا، لیکن وہ شخص اپنے چور ہونے پر بار بار اصرار واعتراف کرتا رہا۔ چنانچہ اس بنا پر نبی کریم ﷺ نے اس کا ہاتھ کٹوا کر اس کے حق میں اللہ تعالیٰ سے دعاے خیر کی۔ (سنن نسائی: رقم ۴۸۷۷)

۵) حضرت علیؓ کے سامنے ایک عورت شراحہ نے اعترافِ زنا کیا تو حضرت علیؓ نے اس کو ٹالنے کی کوشش کی اور کہا:

''شاید کہ تجھ سے زنا بالجبر ہوا ہو، شاید کہ تیرا شوہر تیرے پاس آیا ہو، شاید یہ اور یہ لیکن وہ عورت بولی: نہیں۔ سو جب اس عورت نے بچہ جن دیا جو اس کے پیٹ میں تھا تو آپ نے

© rasailojaraid.com

(جمعرات کو) اسے ۱۰۰ کوڑے مارے اور (جمعہ کو) رجم کردیا۔''

(مسند احمد: ۱/۷۰۱،۱۴۳، صحیح بخاری: ۶۸۱۲، إرواء الغلیل: ۲۳۴۰ 'صحیح')

الغرض یہ اسلام ہی ہے جس نے جرائم کا دنیا وآخرت دونوں میں مؤاخذے کا تصور دے کر معاشرے سے جرائم کا قلع قمع کیا، کیونکہ ظاہری وسائل، پابندیاں اور قوانین آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی اس قابل نہیں کہ انسان کو جرم سے روک سکیں، اِلا یہ کہ وہ خود رب کے سامنے اپنے مؤاخذے سے فکر مند نہ ہو جیسا کہ جدید ممالک میں جرم وسزا کے اعداد وشمار اس کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ اس کے بالمقابل کتبِ حدیث میں خود اعترافِ جرم کے متعدد واقعات موجود ہیں، جہاں عنداللہ مسئولیت سے بچنے کے لئے مسلمانوں نے اپنے آپ کو قانون کے حوالے کردیا۔ اور اس دور میں بھی جہاں جہاں اسلامی قانون اپنی روح کے ساتھ نافذ ہے، وہاں جرائم کی شرح دنیا بھر سے حیرت انگیز حد تک کم ہے۔

موجبِ قتل جرائم

مذکورہ بالا تمہیدی نکات کے بعد ان جرائم کا مختصراً تذکرہ جن کے ارتکاب پر اللہ تعالیٰ نے قتل کی سزا عائد کی ہے:

① جو شخص بھی اسلام قبول کرنے کے بعد مرتد ہوجائے تو اس کی سزا قتل ہے جیسا کہ واضح فرمانِ نبویؐ ہے: «من بدّل دينه فاقتلوه» (صحیح بخاری: ۲۵۲۴)

''جو مسلمان بھی اپنا دین تبدیل کرے تو اس کو قتل کردو۔''

الفقه الإسلامي وأدلته میں ڈاکٹر وہبہ زحیلی أحكام المُرتد کے تحت مرتد کی سزا قتل ہونے پر اجماعِ اُمت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اتفق العلماء على وجوب قتل المرتد لقوله ﷺ:«من بَدَّل دينه فاقتلوه» وقوله عليه السلام: «لا يحل دم امرئ مسلم إلا بإحدى ثلاث: الثيب الزاني، والنفس بالنفس، والتارك لدينه المفارق للجماعة» وأجمع أهل العلم على وجوب قتل المرتد. (جلد۶/صفحہ ۱۸۶)

''علما کا اس پر اتفاق ہے کہ مرتد کا قتل واجب ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ جو

© rasailojaraid.com

مسلمان اپنا دین بدل لے، اسے قتل کردو۔ نیز آپؐ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ کسی مسلمان شخص کا خون حلال اور مباح نہیں ہوتا مگر تین صورتوں میں: ایک یہ کہ وہ شادی شدہ زانی ہو، دوسرے یہ کہ وہ کسی جان کا قاتل ہو اور تیسرے یہ کہ وہ دین کو چھوڑ دے، یعنی مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہوجائے اور اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ مرتد واجب ِقتل ہے۔''

سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۱۷ اور سورۃ المائدۃ کی آیت ۵۴ میں بھی مرتد کی وعید موجود ہے۔

☜ یاد رہے کہ دستورِ پاکستان میں آئین توڑنے کی سزا موت قرار دی گئی ہے۔(دفعہ ۶) ایسے ہی ملک سے بغاوت کی سزا بھی قتل مقرر کی گئی ہے۔ (دفعہ ۱۲۳/اے)

② شادی شدہ زانی کی سزا رجم☆ ہے، فرمانِ نبویؐ ہے:

«البكر بالبكر جلد مائة ونفي سنة والثيب بالثيب جلد مائة والرجم»

''غیر شادی شدہ کو سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی اور شادی شدہ کو کوڑے اور رجم کی سزا دی جائے گی۔'' (صحیح مسلم:۱۶۹۰)

☜ یاد رہے کہ یہی سزا پاکستان کے فوجداری قانون میں بھی حد زنا آرڈیننس کی دفعہ ۵ کی شق ۲ کے تحت موجود ہے اور تحفظِ خواتین ایکٹ ۲۰۰۶ء میں اس کو برقرار رکھا گیا ہے۔

③ **قصاص:** قرآنِ کریم میں واضح طور پر اللہ کا فرمان ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَ الْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَ الْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَ اَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ رَحْمَةٌ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۞ وَ لَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ (البقرۃ:۱۷۸،۱۷۹)

''ایمان والو! تم پر قتل کے سلسلے میں قصاص فرض کیا گیا ہے۔ آزاد کے بدلے آزاد مرد کو قتل کیا جائے اور غلام کے بدلے غلام کو، عورت کے بدلے عورت کو قتل کیا جائے۔ البتہ جس کو اس کے بھائی نے معاف کردیا تو معروف طریقے سے اس کا خون بہا مقرر کرنا اور احسان مندی

☆ ان دونوں سزاؤں کی تفصیل اور متعلقہ آیات واحادیث کے لئے محدث کے دو مستقل مضامین ملاحظہ فرمائیں: قتل مرتد (فروری ۲۰۰۷ء) اور حدّ رجم (دسمبر ۲۰۰۸ء)

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

کے ساتھ ادائیگی کرنا ہے۔ یہ تمہارے ربّ کی طرف تم پر تخفیف اور رحمت ہے، جو شخص اس کے بعد بھی زیادتی کرے گا تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اہل عقل ودانش! تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے، تاکہ تم ربّ کا تقویٰ اختیار کرو۔''

مندرجہ بالا تینوں جرائم جن کی سزا قتل ہے، کا تذکرہ اس فرمانِ نبویؐ میں یکجا ہوا ہے:

«لا يحل دم امرئ مسلم يشهد أن لا إله إلا الله وأني رسول الله إلا بإحدى ثلاث: النفس بالنفس والثيب الزاني والمفارق لدينه التارك للجماعة» (صحیح بخاری:۶۸۷۸)

''کسی مسلمان کا خون جائز نہیں جب کہ وہ یہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں مگر تین حالتوں میں اس کا خون مباح ہوگا۔ پہلی یہ کہ قصاص کی حالت میں، دوسری یہ کہ شادی شدہ زانی ہونے کی صورت میں اور تیسری یہ کہ دین کو چھوڑنے اور مسلمانوں سے الگ ہونے کی شکل میں۔''

☜ یاد رہے کہ یہ سزا پاکستانی قانون میں بھی موجود ہے۔ مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ نمبر۳۰۲ کی شق ب ملاحظہ ہو:

''جو شخص قتل کا مرتکب ہوگا، اسے قصاص کے طور پر موت کی سزا دی جائے گی۔''

④ حرابہ یعنی ڈاکہ اور زمین میں فساد پھیلانا وغیرہ جو اللہ سے جنگ کے مترادف ہے۔ قرآنِ کریم میں ہے:

﴿اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيۡنَ يُحَارِبُوۡنَ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ وَيَسۡعَوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ فَسَادًا اَنۡ يُّقَتَّلُوۡۤا اَوۡ يُصَلَّبُوۡۤا اَوۡ تُقَطَّعَ اَيۡدِيۡهِمۡ وَاَرۡجُلُهُمۡ مِّنۡ خِلَافٍ اَوۡ يُنۡفَوۡا مِنَ الۡاَرۡضِ ذٰلِكَ لَهُمۡ خِزۡىٌ فِى الدُّنۡيَا وَلَهُمۡ فِى الۡاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ﴾

''جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں اس لیے تگ ودو کرتے پھرتے ہیں کہ فساد برپا کریں ان کی سزا یہ ہے کہ قتل کیے جائیں، یا سولی پر چڑھائے جائیں، یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ ڈالے جائیں یا وہ جلا وطن کر دیئے جائیں۔ یہ ذلت ورسوائی تو ان کے لیے دنیا میں ہے اور آخرت میں ان کے لیے اس سے بڑی سزا ہے۔'' (المائدۃ:۳۳)

© rasailojaraid.com

قرآنِ کریم کی ایک اور آیت میں سزائے موت کے جرم نمبر۳ اور۴ یکجا بیان ہوئے ہیں اور یہ بتایا گیا ہے کہ یہ سزائیں صرف اسلام میں ہی نہیں بلکہ یہودیت وعیسائیت میں بھی موجود تھیں، ملاحظہ فرمائیں:

﴿مِنۡ اَجۡلِ ذٰلِكَ ۛۚ كَتَبۡنَا عَلٰى بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ اَنَّهٗ مَنۡ قَتَلَ نَفۡسًۢا بِغَيۡرِ نَفۡسٍ اَوۡ فَسَادٍ فِى الۡاَرۡضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيۡعًا ؕ وَمَنۡ اَحۡيَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحۡيَا النَّاسَ جَمِيۡعًا﴾ (المائدۃ:۳۲)

''اسی وجہ سے بنی اسرائیل پر ہم نے یہ فرمان لکھ دیا تھا کہ جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کردیا اور جس نے کسی کو زندگی بخشی اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخش دی۔''

اس آیت میں سزائے موت کا پہلا جرم جان کے بدلے جان اور دوسرا جرم فساد فی الارض قرار دیا گیا ہے۔ حضرت عائشہؓ صدیقہ نبی کریم ﷺ کا ایک فرمان روایت کرتی ہیں:

«لا يحل دم امرئ مسلم يشهد أن لا إله إلا الله وأن محمدًا رسول الله إلا في إحدٰى ثلاث: رجل زنىٰ بعد إحصان فإنه يرجم ورجل خرج محاربًا بالله ورسوله فإنه يقتل أو يصلب أو ينفى من الأرض أو يَقتل نفسا فيُقتل بها» (سنن ابوداود:۴۳۵۳، قال الالبانی: 'صحیح')

''کسی مسلمان کا خون بہانا جائز نہیں ہے جو یہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں، مگر تین صورتوں میں اس کا خون مباح ہوجاتا ہے۔ پہلی صورت یہ ہے کہ وہ شادی کے بعد زنا کا ارتکاب کرے، اس جرم پر اسے سنگسار کیا جائے گا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ / بغاوت کرے تو اسے قتل کیا جائے گا یا اسے سولی دی جائے گی یا اسے جلاوطن کردیا جائے گا۔ تیسری صورت یہ ہے کہ وہ کسی کو قتل کردے تو اس پر اسے بھی (قصاص کے طور پر) قتل کردیا جائے گا۔''

موت کی مندرجہ بالا سزائیں تو متفقہ ہیں، البتہ شریعتِ اسلامی میں موت کی بعض سزائیں ایسی بھی ہیں جن کے بارے میں علماے کرام میں اتفاق نہیں، یا وہ جرائم ایسے ہیں جن کی سزا اوّل مرحلہ میں تو موت نہیں، البتہ آخر کار اُنہیں سزائے موت دی جائے گی یا دی جاسکتی ہے۔

© rasailojaraid.co

⑤ توہین رسالت کو بھی ارتداد کے تحت ہی لاتے ہوئے اس کی سزا قتل قرار دی گئی ہے، جیسا کہ خود نبی کریم ﷺ نے متعدد صحابہ کرامؓ کو بھیج کر گستاخانِ رسول کو قتل کرایا۔

✳ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا فرمان ہے:

أَیُّمَا مُسْلِمٍ سَبَّ اللهَ وَرَسُولَهُ أَوْ سَبَّ أَحَدًا مِنَ الأَنْبِیَاءِ فَقَدْ کَذَبَ بِرَسُولِ اللهِ ﷺ وَهِیَ رِدَّةٌ یُسْتَتَابُ فَإِنْ رَجَعَ وَإِلاَّ قُتِلَ وَأَیُّمَا مُعَاهِدٍ عَانَدَ فَسَبَّ اللهَ أَوْ سَبَّ أَحَدًا مِنَ الأَنْبِیَاءِ أَوْجَهَرَ بِهِ فَقَدْ نَقَضَ الْعَهْدَ فَاقْتُلُوهُ (زاد المعاد ۶۰/۵)

''جس مسلمان نے اللہ یا اس کے رسول یا انبیا میں سے کسی کو گالی دی، اس نے اللہ کے رسول ﷺ کی تکذیب کی، وہ مرتد سمجھا جائے گا اور اس سے توبہ کروائی جائے گی، اگر وہ رجوع کرلے تو ٹھیک، ورنہ اسے قتل کردیا جائے گا اور جو معاہدہ کرنے والا شخص خفیہ یا اعلانیہ، اللہ یا کسی نبی کو بُرا کہے تو اس نے وعدے کو توڑ دیا، اس لئے اسے قتل کردو۔''

✳ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا فرمان ہے:

لا واللہ ما کانت لِبَشر بعد محمد ﷺ (سنن ابوداؤد: ۴۳۶۳، صحیح) مختصراً

''اپنی توہین کرنیوالے کو قتل کروا دینا محمد ﷺ کے علاوہ کسی کے لئے روا نہیں ہے۔''

✳ حضرت عمرؓ کے پاس ایک آدمی لایا گیا کہ وہ نبی ﷺ کو برا بھلا کہتا تھا تو فرمایا:

من سبَّ اللهَ أو سبَّ أحدا من الأنبیاء فاقتلوہ (الصارم المسلول: ص۴۱۹)

''جس نے اللہ کو یا انبیاے کرامؑ میں سے کسی کو گالی دی تو اسے قتل کردیا جائے۔''

✳ حضرت علیؓ نے حکم دیا کہ ''جس نے رسول اللہ ﷺ کی توہین کی، اس کی گردن ماردی جائے۔'' (مصنف عبدالرزاق: ج۵ ص ۳۰۸)

☜ پاکستانی قانون میں یہ سزا☆ موجود ہے، دیکھیں قانون توہین رسالت کی دفعہ ۲۹۵ ج

''آں حضرت ﷺ کے مقدس نام کی بذریعہ الفاظ، زبان، تحریر یا دکھائی دینے والی اشکال کے ذریعے یا بذریعہ تہمت یا طعن آمیز اشارے یا درپردہ الزام کے ذریعے، براہِ راست یا بالواسطہ توہین کرے گا، تو اسے سزاے موت یا عمر قید کی سزا دی جائے گی، اور وہ جرمانے کا بھی مستوجب ہوگا۔'' (مجموعہ تعزیرات پاکستان: دفعہ ۲۹۵ ج)

☆ اس سزا کی مزید تفصیل اور احادیث کے لئے دیکھیں محدث کا شمارۂ مارچ ۲۰۰۸ء

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

⑥ **جاسوس کی سزا:** اس پر حاطبؓ بن ابی بلتعہ کا واقعہ دلیل ہے جب اُنہوں نے اہل مکہ کی نبی کریم کی پیش قدمی کے بارے میں بعض تفصیلات فراہم کیں اور نبی کریم کے علم میں آ گیا تو اس موقع پر حضرت عمرؓ نے کہا:

دعني يا رسول الله أضرب عُنق هذا المنافق (صحیح بخاری: ۳۰۰۷)

''اللہ کے رسول! مجھے اجازت دیں، میں اس منافق کی گردن مار دوں۔''

لیکن نبی ﷺ نے حاطبؓ کے بدری صحابی ہونے کی بنا پر حضرت عمرؓ کو اجازت نہ دی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کے تمام گناہ معاف فرما دیے ہیں۔ علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

''جاسوس کو قتل کرنا حاکم کی رائے پر موقوف ہے، اگر وہ اسے قتل کرنے میں مصلحت سمجھے تو قتل کروا دے وگرنہ اس کو زندہ رہنے دے۔'' (زاد المعاد: ۴۲۲/۳)

⑦ شریعتِ اسلامیہ میں عادی چور کی سزا بھی قتل ہے، جیسا کہ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص کو چار بار چوری کی سزا میں پکڑا گیا، اور نبی اکرم ﷺ کے فیصلے کی بنا پر ہر بار اس کا ایک ہاتھ یا پاؤں کاٹا جاتا رہا۔ جب اسے پانچویں بار لایا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

فَأُتِيَ بِهِ الْخَامِسَةَ فَقَالَ: «اقْتُلُوهُ» قَالَ جَابِرٌ فَانْطَلَقْنَا بِهِ فَقَتَلْنَاهُ ثُمَّ اجْتَرَرْنَاهُ فَأَلْقَيْنَاهُ فِي بِئْرٍ وَرَمَيْنَا عَلَيْهِ الْحِجَارَةَ (صحیح سنن ابو داود: رقم ۳۷۱۰)

''جب اسے پانچویں مرتبہ لایا گیا آپ ﷺ نے فرمایا: اسے قتل کر دو۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ ہم اسے لے کر چلے، اور ہم نے اس کو قتل کر دیا۔ پھر اسے کھینچ کر ایک کنویں میں ڈال دیا اور اوپر سے پتھر وغیرہ پھینک دیے۔''

⑧ جادوگر کی سزا بھی قتل ہے جیسا کہ حضرت جندبؓ نبی ﷺ کا فرمان ذکر کرتے ہیں کہ

«حَدُّ السَّاحِرِ ضَرْبَةٌ بِالسَّيْفِ» (سنن کبریٰ بیہقی ۱۳۶/۸؛ ضعیف سنن ترمذی: ۲۴۴)

''حضرت جندبؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جادوگر کی سزا یہ ہے کہ اسے تلوار سے قتل کر دیا جائے۔''

⑨ ایک خلیفہ کے بعد دوسرے خلیفہ کی بیعت کی جانے لگے تو دوسرے خلیفہ کو قتل کر دیا جائے جیسا کہ فرمانِ نبویؐ ہے:

«إِذَا بُويِعَ لِخَلِيفَتَيْنِ فَاقْتُلُوا الآخِرَ مِنْهُمَا» (صحیح مسلم: رقم ۱۸۵۳،۲)

© rasailojaraid.com

''جب دو خلیفوں کی بیعت کی جانے لگے تو دوسرے کو قتل کر دو۔''

ایسے ہی زندیق اور تارکِ نماز وغیرہ کی سزا کے بارے میں بعض علما کا موقف ہے کہ اُنہیں اپنے فعل پر اصرار کی وجہ سے آخر کار قتل کیا جاسکتا ہے۔ نیز مسلمانوں کے خلاف تلوار اُٹھانے والے کا خون بھی فرمان نبوی کی رو سے رائیگاں ہے۔ (صحیح سنن ابو داود:۳۷۷۲)

نبی کریم ﷺ کا خود قتل کی سزا دلوانا

محمد ﷺ کا یہ وصف قرآنِ کریم میں بیان ہوا کہ آپ رحمت للعالمین ہیں۔(الانبیاء:۱۰۷) لیکن اس عظیم وصف 'مجسمۂ رحمت' ہونے کے باوجود مجرموں سے آپ رحمت کا سلوک کرنے کی بجائے ان کو قرارِ واقعی سزا دیا کرتے کیونکہ اوّل تو ان سزاؤں کو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے اور آپ ﷺ کو بھی ان میں ترمیم وتنسیخ کا کوئی اختیار نہیں تھا، علاوہ ازیں ان سزاؤں کا اجرا آخرت میں ان مجرموں کے لئے مغفرت کا سبب قرار پاتا ہے، جیسا کہ آغاز میں فرمانِ نبویؐ گزر چکا ہے۔ یوں بھی سدذریعہ کے طور پر یہ سزائیں دے کر ہی معاشرے سے جرائم کا قلع قمع کیا جانا اور دوسرے مسلمانوں کو محفوظ رکھنا ممکن ہوسکتا ہے۔ آپ کی زندگی میں ایسے واقعات بے شمار ہیں جب آپ نے خود قتل کا حکم صادر فرمایا، بطورِ مثال

- رجم کی سزائیں آپ نے خود صادر فرمائیں۔ آپ کے حکم سے رجم کی سزا پانے کے واقعات کم وبیش ۸ ہیں جن کی تمام احادیث کا مکمل متن اور ترجمہ محدث کے شمارۂ دسمبر ۲۰۰۶ء میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

- توہین رسالت کے ۱۶ واقعات میں گستاخوں کو قتل کیا گیا، جن میں سے ۵ واقعات میں ۹ مردوں اور ۲ عورتوں کے قتل کا آپ نے خود حکم صادر فرمایا اور باقی ۱۱/ واقعات میں صحابہؓ نے ازخود اُنہیں قتل کیا تو آپ نے واقعہ کی تفتیش کے بعد گستاخی ثابت ہونے پر ایسے گستاخوں کے قتل کو رائیگاں قرار دیا۔ بلکہ ۴ ملعون گستاخ تو ایسے ہیں، جن کے قتل کے لئے نبی کریم ﷺ نے باقاعدہ صحابہ کی مہمات روانہ کیں۔ ایسے تمام واقعات کی تفصیل کے لئے راقم کا مضمون دیکھئے: ''احادیث میں توہین رسالت کے واقعات اور ان کی سزائیں'' (محدث: مارچ ۲۰۰۸ء)

- چار نامراد لوگوں کے بارے میں تو نبی کریم ﷺ نے یہاں تک فرمایا کہ

© rasailojaraid.com

«اقتلوهم وإن وجدتموهم متعلقين بأستار الكعبة : عكرمة بن أبي جهل وعبد الله بن خطل ومقيس بن صبابة وعبد الله بن سعد بن أبي السرح»

''اگر یہ لوگ کعبہ کے پردوں سے چمٹے ہوئے بھی مل جائیں تو ان کو قتل کردیا جائے: عکرمہ بن ابوجہل، عبداللہ بن خطل، مقیس بن صبابہ اور عبداللہ بن ابوسرح۔'' (صحیح بخاری:۱۸۴۶)

ان میں آخرالذکر شخص کا جرم ارتداد تھا۔ (فتح الباری:۱۲/۹۵)

❁ نبی کریم ﷺ نے 'نبی رحمت' ہونے کے باوجود ارتداد، حرابہ اور فساد فی الارض کی اس قدر سنگین سزا دی کہ انسان کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ کیونکہ ان لوگوں کا جرم بڑا سنگین تھا، اس سزا کا تذکرہ ملاحظہ فرمایئے تاکہ اسلام کے تصورِ سزا کے بارے میں ہمارے ذہن میں جنم لینے والے شبہات واعتراضات رفع ہوسکیں اور ہم اپنے نبی ﷺ کے قول وفعل پر ایمان لاتے ہوئے ان سزاؤں کو نعوذ باللہ وحشیانہ یا سنگین ہونے کا خیال جڑ سے اُکھاڑ دیں۔

یہ واقعہ مختصراً یہ ہے کہ دورِ نبویؐ میں کچھ لوگ اسلام لانے کے بعد مرتد ہوگئے، اور بیت المال کے نگران کو قتل کرنے کے بعد بیت المال کے اونٹ ہنکا کرلے گئے تو

فَبَلَغَ ذَلِكَ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَأَرْسَلَ فِي آثَارِهِمْ فَأُدْرِكُوا فَجِيءَ بِهِم فَأَمَرَ بِهِم وَقُطِّعَتْ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ وَسَمَرَ أَعْيُنَهُمْ ثُمَّ نَبَذَهُم فِي الشَّمْسِ حَتَّى مَاتُوا قَالَ أَبُوقِلابَةَ وَأَيُّ شَيءٍ أَشَدُّ مِمَّا صَنَعَ هَؤُلاءِ إِرْتَدُّوا عَنِ الإِسْلامَ وَقَتَلُوا وَسَرَقُوا (صحیح بخاری:۶۸۹۹)

''یہ معاملہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے ان کے پیچھے صحابہ کو بھیجا اور وہ پکڑ لیے گئے چنانچہ اُنہیں آپ ﷺ کے پاس لایا گیا اور ان کے بارے میں فیصلہ کیا گیا۔ ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیے گئے اور ان کی آنکھوں میں گرم سلاخیں پھیری گئیں، پھر اسی طرح اُنہیں دھوپ میں پھینک دیا اور آخر وہ مرگئے۔ ابوقلابہؒ کہتے ہیں کہ جو کام اُنہوں نے کیا تھا، کیا اس سے بڑھ کر کوئی جرم ہوسکتا ہے؟ وہ اسلام سے مرتد ہوئے، قتل وغارت کی اور چوری کا ارتکاب کیا۔''

سزائے قتل اور شریعت کی سہولت

اسلام میں سزائے قتل اور دیگر سزاؤں کے وحشیانہ ہونے پر اہل مغرب کی طرف سے کئی

© rasailojaraid.com

اعتراض کئے جاتے ہیں لیکن درحقیقت وہ اسلام کے مکمل نظام سے واقف نہیں ہیں، صرف بدنام کرنے کے لئے ایسے اعتراضات پیدا کرتے ہیں۔ مثلاً

✎ قصاص میں مقتول کے ورثا اس قدر زیادہ رقم کا مطالبہ کرتے ہیں جس کی ادائیگی ناممکن ہو، اس لحاظ سے یہ قاتل پر زیادتی کے مترادف ہوجاتا ہے۔ جبکہ یہ اعتراض لاعلمی کا نتیجہ ہے، اوّل تو یہ اعتراض مقتول پر ہونے والے ظلم کو نظر انداز کرنے یا کمتر جاننے کے نتیجے میں پیدا ہوا ہے نیز قرآن نے اتباع بالمعروف کی شرط لگا کر معروف خون بہا کی شرط بھی عائد کردی ہے۔

✎ پھر اسلام نے قصاص کو معاف کرنے کا اِمکان بھی پیدا کیا ہے، اور اس سلسلے میں قصاص معاف کرنے کی شریعت میں بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے، فرمانِ نبویؐ ہے:

«مَنْ تَصَدَّقَ بِدَمٍ فَمَا دُونَهُ كَانَ كَفَّارَةً لَهُ مِنْ يَومِ وُلِدَ إِلَى يَومِ تَصَدَّقَ بِهِ»

(مجمع الزوائد ٦/ ٣٠٢ رجال إسناده رجال الصحيح)

''جس نے خون یا اس سے کم کا صدقہ کیا (مراد اپنا خون وغیرہ معاف کردیا) یہ صدقہ اس کے لئے اس کے پیدائش کے دن سے لے کر صدقے کے دن تک کا کفارہ ہے۔''

✎ اسلام نے قصاص کے خاتمے کیلئے ورثا میں سے ہر ایک کو معافی کا استحقاق دیا ہے، حتیٰ کہ یہ حق خواتین بھی استعمال کرسکتی ہیں، حضرت عائشہؓ نے یہ فرمانِ نبویؐ روایت کیا ہے:

«عَلَى الْمُقْتَتِلِينَ أَنْ يَنْحَجِزُوا الأَوَّلَ فَالأَوَّلَ وَإِنْ كَانَتِ امْرَأَةً»

''مقتول کے ورثا کو چاہئے کہ وہ قصاص معاف کردیں اور یہ حق قریب سے قریب تر وارث کو حاصل ہے، اگرچہ وہ عورت ہی ہو۔'' (صحیح سنن ابوداود:۴۵۳۸)

✎ اسلام حاکم کو یہ تلقین کرتا ہے کہ وہ مقتولین کے ورثا کو قصاص کی بجائے دیت پر آمادہ کرنے کی کوشش کرے۔ جیسا کہ نبی ﷺ نے ابوجہم نامی شخص سے قصاص لینے پر لیث قبیلہ کو بڑی محنت سے راضی کیا کہ وہ قصاص کی بجائے دیت لینے پر آمادہ ہوجائیں، آخر کار ان کے آمادہ ہوجانے پر ان کو غیر معمولی دیت دے کر قصاص کا خاتمہ کروالیا۔ (صحیح سنن ابوداود:۳۸۰۱)

ترسیل محدث کے سلسلے میں اطلاع وشکایت کے لئے درج ذیل موبائل پر رابطہ کریں
0333-4244434
جبکہ مدیر 'محدث' کے موبائل پر صرف مضامین وتبصرہ کے بارے میں رابطہ کریں۔